رئیس احمد جعفری

اسلام کی سیاست

سیاستِ عادلہ کی تعریف کیا ہے ؟

ہر قوم اور ملت کے شئون داخلی، حالات خارجی اور نظم و قوانین کی اصلاح و تعمیر کے لئے جو اقدامات بروئے کار لائے جائیں وہی "سیاستِ عادلہ" کہلاتے ہیں، جن سے افراد و جماعت کا امن پیدا ہوتا ہے، جن میں ان کے مصالح کی رعایت ملحوظ ہوتی ہے جو ان کے علاقوں کی تنظیم اور اُن کے ارتقاء کے ضامن ہوتے ہیں۔

اسلام اس سیاستِ عادلہ کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اسی سیاست پر وہ اپنے اصولوں کی تعمیر کرتا ہے، تاکہ نظم عادلہ اور مصالح عوام کی بنیاد ہر زمانہ، ہر ماحول اور ہر دَور میں مضبوط و مستحکم رہے۔

ہمارے نزدیک اس کی دو دلیلیں ہیں :

ایک تو یہ کہ اسلام کے لئے اصل اوّل اور مصدر عام ہر حالت میں کتاب اللہ ہے جس میں جزئیات کی تفاصیل تو نہیں ہیں لیکن ان قواعد کلیہ کو مخصوص طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے، جو حکومت کے عام حالات کی تنظیم و تشکیل کے لئے معیار کا کام دیتے ہیں اور یہ وہ بنیادی قواعد ہیں جو ہر اُمت کے لئے ہر زمانہ میں یکساں کارآمد اور سود مند ہیں، پھر جب ان کے تفصیلات و جزئیات کا معاملہ سامنے آتا ہے تو ہر قوم اور ہر ملت اپنے اختلاف احوال کے مطابق ان میں اختلاف محسوس کرتی ہے اور ان اختلافات احوال و زمان کے بارے میں اسلام ساکت ہے کیونکہ وہ ہر اُمت کو اس کا حق دیتا ہے کہ وہ اپنے مصالح خاص اور اقتضائے احوال کے مطابق وہ روش اختیار کرے جو کتاب و سنت کے بنیادی اصولوں سے مختلف اور متعارض نہ ہو۔

حکومت و دولت

اب جہاں تک حکومت و دولت کا تعلق ہے اسلام نے حکومت کے لئے کوئی واضح نظام نہیں پیش کیا ہے۔ نہ سلطان وقت یا امیر، اور ارباب حل و عقد کے اختیار اقتدار کے بارے میں کوئی واضح دستور پیش کیا ہے۔ اس نے صرف بنیادی عناصر کے مخصوص کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔ جن پر ہر حکومت عادلہ کے لئے عمل ضروری ہے، اور جن پر عمل کرنا کسی حالت، کسی زمانہ اور کسی دَور میں کسی قوم کے لئے ناممکن نہیں ہے۔

ایک بنیادی عنصر "عدل" ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو تمہارا فیصلہ عدل کے ماتحت ہونا چاہئے۔

دوسرا بنیادی عنصر شوریٰ ہے۔ خدا فرماتا ہے:

شاورہم فی الامر۔ اپنے معاملات میں باہمی صلاح و مشورہ سے کام لیا کرو۔

پھر مساوات عام ہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

انما المؤمنون اخوۃ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ان عناصر کے علاوہ یعنی (عدل، شوریٰ اور مساوات) نظم تفصیلی و جزئی کی جو بنیادیں ہیں ان کے بارے میں اسلام خاموش ہے تاکہ اولوالامر حالات و مصالح کے مطابق نظم و ضبط قائم کریں۔ اسی منہاج پر حکومت کی تشکیل کریں۔ اور اسی اصول پر اپنی مجالس کو منضبط رکھیں لیکن اس توسیع اختیارات کے باوجود ان پر لازم ہے کہ عدل کے حدود سے تجاوز نہ کریں۔ اور شوریٰ و مساوات کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیں۔

اب قانون جنائی (تعزیرات) کو لیجئے۔ مجرمین کی پانچ جماعتوں کے علاوہ کسی مجرم گروہ کے لئے عقوبات مقرر و معین نہیں کی گئی ہیں۔

ایک تو وہ لوگ جو خدا اور رسولؐ سے برسرِ جنگ ہوتے ہیں اور خدا کی اس زمین کو فساد و فتنہ کی جولان گاہ بنا دیتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو پاک دامن اور عصمت مآب خواتین کو متہم کرتے ہیں، تیسرے وہ لوگ جو زنا کے مرتکب ہوتے ہیں چوتھے وہ لوگ جو چوری کرتے ہیں۔

مذکورہ جرائم کے علاوہ جتنے جرم بھی ہیں ان کے لئے اسلام نے کوئی عقوبت اور تعزیر مقرر نہیں کی ہے بلکہ اسے اولوالا- کی رائے پر چھوڑ دیا ہے، کہ وہ امن و امان، دفع شر، ازالۂ فساد اور استیصال فتنہ کے پیش نظر جو عقوبت اور تعزیر مناسب سمجھیں جاری کریں۔ اس لئے کہ بقیہ جرائم، اُمتوں اور قوموں کے حالات، ماحول، زمانہ اور دَور کے ساتھ اپنی نوعیتیں بدلتے رہتے ہیں۔ لہذا ہر اُمت کے اربابِ اقتدار و اختیار اور اربابِ حل و عقد کے لئے راستہ کھلا چھوڑ دیا کہ وہ خود عقوبات و تعزیرات کا مناسب حال تقرر کریں اور عقوبت کا جو اصل مقصد ہے اسے پیشِ نظر رکھیں البتہ اس بارے میں بھی خدائے بزرگ و برتر نے ایک اصل عام مقرر کر دی ہے جو کسی اُمت اور قوم کے لئے بھی گراں نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ کہ عقوبت اور تعزیر جرم کے مطابق ہونی چاہئے۔ جرم ہلکا ہے تو سزا بھی ہلکی ہونی چاہئے، جرم بڑا ہو تو سزا بھی بڑی ہونی چاہئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے:

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ۔ اگر تم کسی کو عقوبت دو تو اتنی ہی جتنی پہنچی ہو۔

پھر فرمایا:

فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ علیکم۔ — اگر تم کسی پر تعدی کرو تو اتنی ہی جتنی تعدی تم پر کی گئی ہو۔

قانونی معاملات میں، ضروریات کے پورا کرنے، اور احتیاجات کے رفع کرنے کے لئے نص کے ذریعہ حکم اباحت جاری فرمایا اور بیع، اجارہ، رہن وغیرہ کو حلال کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں اس اہم بنیاد کی طرف اشارہ کر دیا جس پر مبادلات و معاملات کو مرتکز رہنا چاہئے یعنی مبادلات و معاملات کے لئے اہم بنیاد "تراضیٔ طرفین" ہے۔ مطلب یہ کہ جبر و جور نہ ہو، رضامندی اور خوش دلی کارفرما ہو۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ — اے مسلمانو! اپنے مال کو ناجائز بنا کر اسے باطل کی آمیزش کے ساتھ نہ کھاؤ، بجز اس کے کہ وہ مال تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے حاصل ہوا ہو۔

ان معاملات کے سلسلہ میں تفصیلی احکام، ارباب حل وعقد کے لئے چھوڑ دیئے کہ وہ اُمت کے مناسبِ حال "تراضی" کی بنیاد پر انہیں مرتب اور منضبط کریں۔

اسی طرح جو معاملات تزاع پیدا کرتے ہوں جو عداوت اور بغض کے موجب ہوتے ہیں۔ جن سے فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہوتی ہو، ان کو نص کے ذریعہ منع فرما دیا۔ اور اس کی بنیاد و اساس کیا رکھی؟ دفع ضرر اسباب بغض و عناد کا انقطاع؛ فتنہ و فساد کے عناصر کا استیصال! مثلاً سود (ربا) کو اور جوئے کو حرام قرار دے دیا۔ لیکن احکام جزیہ کی تفصیل سے احتراز کیا۔ اس لئے ہر اُمت اور قوم اپنے مناسب حال جزئیات کو مرتب کر کے اصلاح احوال کے معاملات کی سعی و کوشش کرے۔

نظام مالی میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مالداروں پر محاصل اور ٹیکس عائد کئے گئے جن کا مقصد یہ ہے کہ غیر معمولی نفع اندوزی سے روکا جائے۔ اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد کی جائے۔ لیکن اس سلسلہ میں بھی آمد و خرچ کی بعض تفصیلات یونہی چھوڑ دی گئی ہیں۔ تاکہ ہر اُمت اپنے مناسب احوال انہیں منضبط اور منظم کر کے بروئے کار لائے۔

سیاست خارجیہ

اسلام نے سیاست خارجیہ کے سلسلہ میں ایک اصولی راہِ عمل متعین فرما دی ہے:

لا ینھٰکم اللّٰہ عن الذین یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللّٰہ یحب المقسطین۔ — جو (غیر مسلم)، تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کرتے اور تمہیں گھروں سے نکالنے کے درپے نہیں ہوتے۔ ان سے اچھا برتاؤ کرنے اور انصاف و رواداری کا برتاؤ کرنے سے خدا تمہیں نہیں روکتا۔

اب ایک اور آیت ملاحظہ ہو:

انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاؤلٰئک ھوالظٰلمون

جو لوگ تم سے دین کے معاملہ میں مقاتلہ کریں۔ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے کے درپے ہوں۔ خدا ایسے لوگوں سے دوستی کے پینگ بڑھانے کو منع کرتا ہے اور جو شخص (مسلمان) ایسے (دشمنانِ خدا و رسول) سے دوستی کرے گا اس کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

خارجی سیاست کا یہ اصول ہدایت نامہ ہے جو اسلام نے مرتب کر دیا ہے۔ اس اصول کو سامنے رکھ کر تفصیلات اور جزئیات مرتب کرنے کا کام اُن لوگوں کا ہے جو روحِ اسلام سے واقف ہیں اور حالاتِ زمانہ سے بھی ناواقف نہیں ہیں۔ اسلام ہمیشہ اصولی احکام دیتا ہے اور جزئیات متعین کرنے سے گریز کرتا ہے اس لئے کہ اگر جزئیات بھی مرتب کر دیتا تو اسلام کا نظام جامد اور وقتی ہو کر رہ جاتا۔ حالات و مصالح کے لحاظ سے اس میں کسی قسم کی جائز، مناسب اور ضروری تبدیلی نہ ہو سکتی۔ اور یہ بات مصالحِ عام کے خلاف ہوتی، اور مصالحِ عام کو اسلام کسی وقت بھی نظرانداز نہیں ہونے دیتا۔

چنانچہ ان آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جزئیات کی تفصیل کر کے عام حالات کو مخصوص نہیں کیا گیا ہے۔ نگاہِ تعمق سے دیکھئے تو اسلام کا یہ کوئی نقص یا قصور نہیں۔ بلکہ یہ تو حکمتِ بالغہ ہے کہ ہر اُمت کے لئے یہ آسانی بہم پہنچائی گئی ہے کہ وہ اپنے مصالح کے لحاظ سے انہیں بروئے کار لائے۔ بس شرط جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ان بنیادی حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے جو پہلے سے مرتب اور مدون کر دئے گئے ہیں۔ اگر اسے کوئی نقص سمجھے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ یہ تو وہ غایت کمال ہے جو نظام قانون سازی کا اہم ترین حصہ ہے۔ جو مصالح عوام کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔

باب کے شروع میں ہم نے جو دعوےٰ کیا تھا اس کی دو کیفیتیں ہمیں پیش کرنی تھیں۔ پہلی دلیل تو آپ کی نظر سے گزر چکی، اب دوسری دلیل ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام اور مصالح انسانی

اسلام نے اپنے بہت سے احکام، آیات اور ارشادات سے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اس کی غایت یہ ہے کہ انسانی مصالح کو ملحوظ رکھے اور ضرر کو دفع کرے اور ان کا مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان قائم رکھے۔ انہیں ظلم و سرکشی سے باز رکھے۔ اس کی تائید اس حکم تشریعی سے ہوتی ہے جو مخصوص طور پر احکام سمیت موجود ہے۔ مثلاً ارشاد خداوندی:

ولکم فی القصاص حیاۃ۔ قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے

نیز یہ فرمان کہ:

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے چکے میں تمہارے

والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلٰوۃ فہل انتم منتھون۔ — درمیان عداوت پیدا کردے وہ تمہیں ذکر خدا کے بھلاوے میں ڈالتا ہے تو کیا تم باز آجاؤ گے ؟

عبادات کا مقصود اصلاح بتایا گیا ہے۔ چنانچہ جہاں نماز کی حکمت ارشاد ہوئی ہے وہاں فرمایا گیا ہے :

ان الصلٰوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ — نماز فحشاء اور منکر سے باز رکھتی ہے

روزہ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے :

لعلکم تتقون — تاکہ تم خدا ترس بن جاؤ

زکوٰۃ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے :

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم۔ — آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک صاف کردیں گے۔

حج کے بارے میں کہا گیا ہے :

لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ علٰی رزقھم من بھیمۃ الانعام ؕ — تاکہ لوگ اپنے منافع کا مشاہدہ کریں اور اللہ نے جو چوپائے انہیں بخشے ہیں ان پر وہ اللہ کا نام لیں۔

یہ بھی احکام واوامر کے ساتھ وضاحت کردی گئی ہے کہ :

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ؕ — اللہ تمہارے لئے آسانیاں ملحوظ رکھتا ہے نہ کہ سختیاں۔

قرآن ہی میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ :

ماجعل علیکم فی الدین من حرج۔ — تمہارے دین کے معاملہ میں کوئی دشواری پیش نہیں کی گئی ہے

رسول اللہ کا ارشاد ہے :

لا ضرر و ضرار۔ — نہ نقصان پہنچاؤ نہ نقصان اُٹھاؤ

رسالت مآب ہی کا یہ ارشاد بھی ہے :

بعثت بالحنیفۃ السمحہ۔ — مجھے پیغام شریعت لے کر بھیجا گیا ہے

جب اسلام کی غایت ومقصد یہ ہے کہ لوگوں کی اصلاح حال کی جائے۔ اُن کے درمیان عدل قائم کیا جائے۔ ان کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ انہیں زحمت اور تکلیف سے دور رکھا جائے تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام ہی کی سیاست وہ سیاست ہے جسے بلاشبہ سیاست عادلہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور وہ ہر سیاست پر حاوی ہے۔ وہ اپنے اصول وکلیات میں ہر اصول کی رعایت رکھتا ہے وہ اتنی لچک اور وسعت بھی رکھتا ہے کہ جس سے اصلاحی مقصد پورے طور پر حاصل ہوسکے۔ وہ حکومت وسیاست کی خرابی کی اصلاح اور کسی حالت کے سدھارنے سے قاصر نہیں ہے

اسلامی قوانین کیوں نافذ نہیں ہوتے؟

بعض لوگ کہتے ہیں "جب اسلام سیاستِ عادلہ کا کفیل ہے اور ہر اس نظام کو قبول کرتا ہے جو قوم اور ملت کے مصالح سے متصادم نہ ہو، اور حکومت وسیاست کے کسی کام کے سدھار سے وہ قاصر نہیں ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ بعض اسلامی مملکتیں اسلامی قانون کے بجائے دوسرے قوانین پر مجبور رہوئیں؟ کیوں نہ اسلامی قوانین کو انہوں نے اپنے نظم وضبط اور تشریع قوانین کا مصدر و مخزن بنایا۔ یا دوسرے الفاظ میں اس سوال کو یوں سمجھئے کیا بات ہے کہ ہم دولتِ اسلامیہ مصر وغیرہ کو قوانین وعقوبات میں اور تحقیق جرائم وتفتیش جنایات اور طرق مرافعات ونظم اجراء آت میں دوسرے قوانین (عصری) کا پابند دیکھتے ہیں؟"

اب جواب سنئے:

یہ صورتِ حال اسلام کا قصور نہیں ہے۔ یہ قصور ہے مسلمانوں کا! اس لئے کہ اسلام نے اپنے احکام منصوبہ میں استنباط کے اصول وضع کر دئیے۔ جو مصالح انسانی کے لحاظ سے کامل اور اکمل ہیں اور جن پر عمل کر کے ہر اسلامی حکومت دوسرے عصری قوانین سے بے نیاز ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمانوں نے ان حقائق کو سمجھا ہوتا اور ہر زمانہ میں وہ ایک ایسی جماعت تشریعیہ مرتب کرتے رہتے جو ان اہلِ علم پر مشتمل ہوتی جو دین کے اصول پر بصیرت تامہ رکھتے ہوئے امور دنیادی سے پورے طور پر واقف ہوتے، لوگوں کی ضروریات مسائل اور تغیرات احوال سے آشنا ہوتے اور وقائع مختلفہ کو سامنے رکھ کر استنباط مسائل واحکام کر سکتے ہوتے، جو ایک طرف انسانی مصالح ومقتضیات سے موافق ہوتے، دوسری جانب اصول دین اور روحِ شریعت کے مطابق ہوتے تو یہ صورتِ حال رونما نہ ہوتی لیکن ہوا یہ کہ اہلِ علم تفریط میں مبتلا ہو گئے، یہ کام نااہلوں کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ انہوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر لیں۔ اجتہاد کے منکر ہو گئے انہوں نے انسانی ضروریات کی "طوائف الملوکی" یا "انارکی" کا علاج سوچا تو یہ کہ اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا اور اپنی ساری ذہانت وقابلیت سابق ائمہ مجتہدین کے اقوال متخالف میں تطبیق اور ہم آہنگی پیدا کرنے میں صرف کرنے لگے۔ اس کوتاہی فہم وعلم کا جو نتیجہ ہوا وہ سامنے ہے۔ انہوں نے اسی پر قناعت کر لی جو سامنے تھا اور تغیراتِ زمانہ اور مصالح انسانی اور مقتضائے مصلحت کے مطابق نظم قوانین سے بے پروا ہو گئے۔

دنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اجتہاد، تعقل اور تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ لوگ آنکھ بند کر کے اس پر ایمان لے آئیں، بے چون وچرا اس کے ارشادات پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔ بغیر سمجھے بوجھے اس کا پیام قبول کر لیں۔ وہ قدم قدم پر اس کی دعوت دیتا ہے کہ سوچو، سمجھو، پرکھو، پھر مانو۔ ایسے مذہب کے پیرو اگر اجتہاد کا دروازہ بند کر دیں، تفکر اور تعقل پر پہرہ لگا دیں، تو یہ کتنے بڑے افسوس کا مقام ہے۔